NATIONAL PRESS URDU LITERATURE SERIES, No. 17.

# ASHAR-I-MOMIN

# اشعار مومن

مصنفہ

عبد المنان صاحب بیدل



3rd EDITION
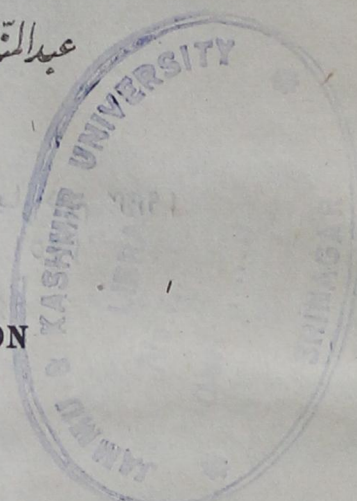
ALLAHABAD
RAM NARAIN LAL
PUBLISHER AND BOOKSELLER

1951

بار اول ۱۹۳۲ بار دوم ۱۹۴۴
بار سوم ۱۹۵۱
ام

جو شائقین کلام مومن اس حقیر و مختصر تالیف کو اس غرض سے پڑھیں گے کہ اس میں کلام مومن پر کوئی قابلانہ تنقید ہوگی یا مومن کے سوانح حیات و حالات پر کوئی نئی اور خاص روشنی ڈالی گئی ہوگی انھیں اس مجموعہ کو پڑھ کر غالباً مایوسی اور حسرت ہوگی۔ حیات و کلام مومن پر فاضلانہ مقالے جناب ضمیر الدین صاحب عرش۔ نیاز صاحب فتحپوری ایڈیٹر جریدہ نگار۔ سید امتیاز احمد صاحب بی۔ اے۔ مرزا جعفر علی خاں صاحب اثر۔ مولوی عبد الباری صاحب آسی اور مولانا عارف صاحب ہسوی جیسے سخن دان و سخن سنج اہل قلم لکھ چکے ہیں اور غالباً کوئی پہلو اُن کے احاطۂ تحریر سے نہیں چھوٹا مجھے کلام مومن پر تنقید کی نہ صلاحیت ہے اور نہ اس کا موقع۔ یہ مختصر سا رسالہ موسوم بہ "اشعار مومن" اس نقطۂ نظر سے لکھا گیا ہے کہ پٹنہ یونیورسٹی کے طالب علموں کو ایسے سوالات کے حل کرنے کا مواد مل جائے جو اکثر یہاں کے ممتحنین پوچھا کرتے ہیں۔ کلام مومن پٹنہ یونیورسٹی کے نصاب تعلیم میں داخل ہے اور کوئی جامع اور مختصر کتاب

طلبار کے کام کی اب تک میری نظر سے نہیں گذری - اِسی وجہ سے یہ کتاب لکھنی پڑی -

انتخاب اشعار میں بھی اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ ہر غزل سے کم از کم پانچ شعر ضرور چُنے جائیں تاکہ ممتحنین کسی ایک غزل کی شرح پوچھ سکیں - اِس کے سوا اور کوئی نقطۂ نظر انتخاب میں ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے -

میرے محترم دوست حافظ شمس الدین احمد صاحب ایم - اے - پروفیسر پٹنہ کالج نے پروف کی تصحیح کی - میں اُن کا ممنون ہوں کہ انھوں نے اِس حقیر تالیف کی ترتیب میں میری پوری مدد کی اور مجھے موقع تشکر دیا -

عبد المنان

بیدل

پٹنہ - یکم نومبر ۱۹۳۲ء
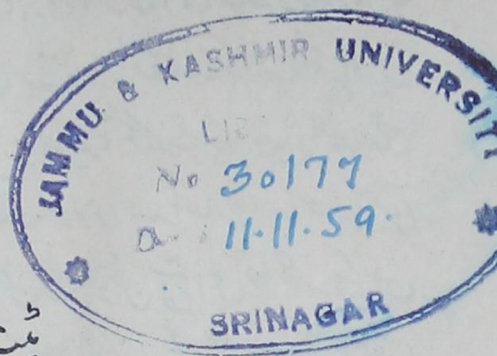
# تعارف

مومن محتاج تعارف نہیں۔ غدر سے پہلے کی دلّی کی شاعری کی فضا کے ابعاد ثلاثہ میں سے یہ ایک ہیں۔ غالب کی ہمہ دانی اور ہمہ گیری نہ سہی، ذوق کی روانی اور حکمت پژوہی نہ سہی۔ مگر اپنے ذاتی جذبات کی زنگارنگ نقاشی مومن ہی کے حصہ میں رہی۔ ایک جزو ضعیف ہو کر انسان کا من حیث کل احساس اُن کے ہاں نہیں، انسانی تجارب نے متحجر ہو کر محاورات اور ضرب المثلوں کی جو صورت اختیار کی اُن کا صفائی اور لطافت کے ساتھ اشعار میں باندھ لینا اُن کی جاگیر نہیں، مگر اپنی ہی بیتی کہنا اور اُس کو بھی اِس طرح کہہ گزرنا کہ سُننے والا سُنے اور سر دھنے یہ اُن ہی کی ملکیت رہی۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں۔ مومن ہو کر اور رہ کر کہتے ہیں۔ اِن کے احساسات میں عالمگیری نہیں بلکہ تشخص اور تجرّد ہے، علوم و فنون متعارفہ اِن کی زبان اور قلم پر چھا گئے ہیں، معمولی سی معمولی بات میں بھی اشارات علمیہ جلوہ ریز ہیں۔ طب و حکمت تو وراثتہً ملی ہی تھی مگر مہارت نے مسائل طبیہ اور حکمیہ کو اِن کے بیان کے ساتھ کچھ اِس طرح شیر و شکر کر دیا ہے کہ روزمرہ کی گفتگو میں بھی اُن کا عکس پرتو افگن ہے۔ یہ نہیں کہ مومن اپنی شاعری کی اِن خصوصیات سے ناآشنا ہیں۔ نہیں اِن کو اپنے کمال کی جامعیت کا خاص طور پر احساس ہے۔

میرے سینے کے صفحے میں ہے رقم — علم دانا دلان یونانی
مجھ تلک پہنچے ہیں اب وجد سے — ورثت آگے نکتہ ہائے لقمانی
مہر افلاک عقل و دانش ہوں — فطرتی ہے مری درخشانی
وہ خردمند ہوں کہ ہے مجھے — عقل اول حکیم لاثانی
میں روشن دان حکیم برجیسی — میں ادا فہم سیرِ کیوانی
ہوں وہ نباض جس کے ناخن میں — حرکات عروق شریانی
آئینہ ہے صفا سے دل میرا — کیا ہوا گر نہیں ہے حیرانی
میرے ربطِ کلام کو پہنچی — نثر سعدی نہ نظم سلمانی
میرے گوہر تمام ناسفتہ — میرے یاقوت سب بدخشانی
میری نیرنگئی تخیل سے — سیمیا گر ہے روح نفسانی
میں وہ سرمایۂ بلاغت ہوں — جس کے در کا گدا ہے خاقانی
میری نسبت سے خاکِ ہند کو ہے — رونقِ سرمۂ صفاہانی

---

شاعر بے نظیر ہوں سحر بیان دبیر ہوں — قسم ہے مرا نمونہ معجزۂ پیمبری

---

مومن مجھ سا سحر بیانی کا جبھی تک — ہر ایک کو دعویٰ ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

---

انصاف کے خواہاں ہیں نہیں طالب زر ہم — تحسین سخن فہم ہے مومن صلہ اپنا

مومنؔ اُسی نے مجھ سے دی برتری کسی کو — جو لیست فہم میرے اشعار تک نہ پہنچا

اچھا خاندان، اچھی صورت اور احباب و اقربا کے پیار نے مومنؔ

کو عاشق معشوق وش بنا رکھا ہے۔

ہیں اسیر اُس کے جو ہے اپنا اسیر — ہم نہ سمجھے صید کیا صیاد کیا

کبھی تو معشوق سے عاشقانہ مکالمات ہیں۔

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا — جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

اور کبھی نازک مزاجی معشوق کا معشوق بنا دیتی ہے اور نیاز کے

بجائے ناز کرتے نظر آتے ہیں۔

اب اور سے تو لگائیں گے ہم — جوں شمع تجھے جلائیں گے ہم

بگڑی تو کریں گے اور سے صلح — تجھ پر بھی تو ہی بنائیں گے ہم

گر دیکھ کے ہنس دیا ہمیں تو — منہ پھیر کے مسکرائیں گے ہم

ذہانت طبعی نے قلم کو کچھ ایسا سریع السیر کر دیا ہے کہ اوسط فہم والے

طبائع اُن کے بعض اشعار کو پہیلی سمجھتے ہیں۔

دعا بلا تھی شب غم سکون جاں کیلئے — سخن بہانہ ہوا مرگ ناگہاں کیلئے

غالبؔ مرحوم کی طرح صرف یہ کہہ دینا طبع نازک کو پسند نہیں۔

کہتے تو ہو تم سب کہ بُت غالیہ مو آئے — اک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے

غالبؔ فرماتے ہیں۔

کہیں نظر نہ لگے اُن کے دست و بازو کو — یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

مومن سر ہلاتے ہیں کہتے ہیں یہ تو ہوا ہی کرتا ہے۔

میرے تغیرِ رنگ کو مت دیکھ تجھ کو اپنی نظر نہ ہو جائے

عاشق کی حیرانی شعرا کی عام جولانگاہ ہے مگر اس حیرانی کا معشوق پر اثر مومن سے سُنئے۔

دیدۂ حیراں نے تماشا کیا دیر تلک وہ مجھے دیکھا کیا

جفا کا گلہ سبھوں کی زباں پر ہے مگر جفا سے مُؤثر طریقے پر باز رکھنے کے ہتھکنڈے کوئی مومن سے سیکھے۔

جب مجھے رنجِ دل آزاری نہیں بے وفا! پھر حاصلِ بیداد کیا

---

بے وفا کہنے کی شکایت ہے تو بھی وعدہ وفا نہیں ہوتا

اس میں شبہ نہیں کہ دل گرفتگی کی مملکت پر میر ہی کا خطبہ اور سکہ جاری رہا، مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُس قلمرو میں کسی اور کا گزر ہی نہیں ہو سکتا۔ مومن کی گلفرازی ملاحظہ ہو۔

اُس کے اُٹھتے ہی ہم جہاں سے اُٹھے کیا قیامت ہے دل کا آجانا

---

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

---

مجھ پہ عاشق نہیں ہے کچھ ظالم! صبر آخر کرے وفا کب تک

---

آئے ہو جب بڑھا کر دل کی جلن گئے ہو جوں سوز دل کہا ہے تم آگ بن گئے ہو
کیا حال ہے عدم کا کہلا تو بھیجیو تم اے خوگرانِ غربت سوئے وطن گئے ہو
ہے کچھ تو بات مومن جو چھا گئی خموشی کس بت کو دیدیا دل کیوں بت سے بن گئے ہو

---

صبر وحشت اثر نہ ہو جائے کہیں صحرا بھی گھر نہ ہو جائے
اے قیامت نہ آئیو جب تک وہ مری گور پر نہ ہو جائے
اے دل! آہستہ آہِ تاب شکن دیکھ ٹکڑے جگر نہ ہو جائے

---

تسلی دم واپسیں ہو چکی ہمیں ہو چکے جب نہیں ہو چکی
خیالِ اجل سے تسلی کروں وہ طاقت بھی جانِ حزیں ہو چکی

---

قہر ہے پھرنا نگاہِ یار کا اُلاماں اُس بازگشتی تیر سے
نزاکتِ خیال کی کچھ انتہا ہے۔

آخر اُمید ہی سے چارہ حرماں ہو گا مرگ کی آس پہ جینا شب ہجراں ہو گا
خواہش مرگ ہو۔ اتنا نہ ستا ورنہ دل میں پھر تیرے سوا اور بھی ارماں ہو گا

---

ترجمانِ التماسِ شوق ہے تغیرِ رنگ — جوں زبانِ شمع عاشق بے صدا کہنے کو ہیں

---

دکھاتے آئینہ ہو اور مجھ میں جان نہیں — کہو گے پھر بھی کہ میں تجھ سا بدگمان نہیں

---

اے حشر جلد کر تہ و بالا جہان کو — یوں کچھ نہ ہو امید تو ہے انقلاب میں

---

تابِ نظارہ نہیں آئینہ کیا دیکھنے دوں — اور بن جائیں گے تصویر جو حیراں ہوں گے
تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانا کر لے — ہم تو کل خوابِ عدم میں شبِ ہجراں ہونگے

---

پامال اک نظر میں ثبات و قرار ہے — اُس کا نہ دیکھنا نگہِ التفات ہے

---

اجل سے خوش ہوں کسی طرح ہو وصال تو ہے — نہ آئے نعش پہ وہ پر یہ احتمال تو ہے
شبِ فراق میں بھی زندگی پہ مرتا ہوں — کہ گو خوشی نہیں ملنے کی پر ملال تو ہے

---

نادان دل کو مرگ کا اب تک گماں نہیں — اللہ! کیا گمان تھا عمرِ دراز کا

ڈاکٹر عظیم الدین احمد (پی - ایچ - ڈی)
صدر شعبہ عربی و فارسی و اردو گورنمنٹ کالج پٹنہ
فیلو پٹنہ یونیورسٹی
خواجہ کلاں پٹنہ سٹی

۱۰ / نومبر سنہ ۱۹۳۲ء

# اشعارِ مومن

## سوانحِ حیات

سید حکیم نامدار خاں اور سید حکیم کامدار خاں دو بھائی
شاہ عالم کے زمانہ میں زعفران زارِ کشمیر سے آکر
دہلی میں سکونت پذیر ہوئے جو اب بھی علما اور حکما، شعرا اور اطبا کا مرکز و مرجع
تھی۔ یہاں آکر دونوں بھائی شاہی طبیبوں میں داخل ہو گئے اور خان صاحب
کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ حکیم نامدار خاں کے بیٹے حکیم غلام نبی خاں اور
اُن کے فرزند خلف (ہندوستان کے نازک خیال شاعر) حکیم مومن خاں تھے۔
مومن خاں سنہ ۱۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کو جناب شاہ عبدالعزیز
صاحب سے خاص ارادت تھی۔ اس عقیدت و ارادت کی یہ وجہ تھی کہ
جب مومن پیدا ہوئے تو حکیم غلام نبی خاں کی درخواست پر جناب شاہ
عبدالعزیز صاحب نے اُن کے کانوں میں اذان دی اور محمد مومن خاں
نام تجویز کیا۔ اگرچہ خاندان کے بعض افراد نے اس نام کو پسند نہیں کیا اور
حبیب اللہ خاں نام رکھا مگر وہ اِس نام سے مشہور نہ ہو سکے۔

مومن خاں کی شادی میر محمد نصیر صاحب مرحوم خلف میر کلو نبیرہ خواجہ
میر درد کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔ مومن کے تین اولادیں ہوئیں۔ ایک

بیٹا اور دو بیٹیاں۔ ایک بیٹی عالمِ شیر خواری میں والدین کو داغِ مفارقت دے گئی۔ دوسری بیٹی مولوی عبدالغنی صاحب وکیل ضلع سیتاپور سے بیاہی گئی۔ بیٹے کا نام احمد نصیر خاں تھا۔

مومن خاں نے صرف اکاون سال کی عمر پائی۔ ۱۸۵۱ء میں کوٹھے سے گر کر اس بلند خیال شاعر نے دنیائے ناپائدار کو خیرباد کہا۔ ایک شاگرد رشید نے تاریخ وفات کہی "ماتم مومن خاں" (۱۲۶۸ھ) دلّی دروازہ کے باہر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے مقبرہ کے پاس سپرد خاک ہوئے۔

## مومن خاں کی تعلیم

مومن نے درسیات کی تعلیم شاہ عبدالقادر صاحب کی خدمت میں حاصل کی۔ درسیات سے فارغ ہو کر طب کی کتابیں اپنے والد اور اپنے دونوں چچا حکیم غلام حسن خاں اور حکیم غلام حیدر خاں سے پڑھیں اور ان ہی کی نگرانی میں نسخہ نویسی کی مشق کی۔

مومن خاں اگرچہ خاندانی طبیب تھے مگر ان کو اس پیشہ کے ساتھ کچھ خاص شغف نہ تھا۔ نسخہ نویسی کرتے رہے۔ علاج معالجہ سے بھی باز نہ آئے مگر ان کی بےچین طبیعت کے لئے کوئی دوا اس فن میں نہ تھی۔ حصول علم رمل کی طرف متوجہ ہوئے۔ آدمی ذہین و ذکی تھے تھوڑے ہی دنوں میں اس فن میں کمال حاصل کر لیا۔ ماہرین فن سے علم نجوم بھی سیکھا اور اس میں بھی ید طولیٰ حاصل کیا۔ ان کی پیشنگوئیاں اکثر درست ہوئیں۔ ان کے احباب ان سے اپنا زائچہ درست کراتے اور اس خدمت کو یہ بڑے شوق سے انجام

دیا کرتے اور اپنی فرصت کا وقت فن اختر شناسی کی مشق میں صرف کیا کرتے۔ اپنی
حیات معاشقہ میں اس فن سے اکثر کام لیا۔ گرچہ کچھ فائدہ نہ ملا۔ لکھتے ہیں۔

ان نصیبوں پر کیا اختر شناس   آسماں بھی ہے ستم ایجاد کیا

بے چین طبیعت والے زندہ دل مومن کو شاعری سے طبعی مناسبت
تھی۔ ابتدائے مشق سخن میں شاہ نصیر سے اصلاحیں لیں۔ مگر تھوڑے ہی
دنوں کے بعد اُن کو کلام دکھانا چھوڑ دیا۔ اور پھر اُن کی جدت پسند افتاد طبیعت
نے اُن کو کسی کی شاگردی اختیار نہ کرنے دی۔ غالباً اسی وجہ سے اُن کے کلام
میں جابجا زبان کی غلطیاں اور خامیاں رہ گئیں۔

مومن کے تبحر علمی کا سکہ اُن کے تمام ہمعصروں پر تھا۔ مفتی صدر الدین
آزردہ جیسے باکمال اشخاص بھی اُن کی قابلیت اور جامعیت کے قائل تھے۔
مومن نہایت ہی ذہین تھے۔ حافظہ بھی بلا کا تھا۔ جناب شاہ
عبدالقادر صاحب کی زبان سے نکلے ہوئے جملے اُن کو یاد تھے۔ کبھی کبھی
ایسا بھی ہوا کہ کسی تقریر یا وعظ کو صرف ایک بار سُنا اور لفظ بلفظ دُہرا دیا۔
علم موسیقی۔ ریاضی صنعت و حرفت۔ سادہ کاری اور آتشبازی
وغیرہ جیسے فنون سے بھی اُن کو کافی لگاؤ تھا۔ مومن خاں شطرنج بھی بہت
اچھی کھیلتے تھے۔ مومن خاں کی مشہور تصنیفیں یہ ہیں:۔

کلیات اشعار اُردو۔ انشائے فارسی۔ دیوان فارسی جان عروض
خواص بیان۔ شرح سدیدی۔

## مومن خاں کی شکل و شباہت

جوانی میں مومن خاں نہایت ہی حسین تھے۔ اُن کے خط و خال ایمان فریب تھے۔ بڑی بڑی سُرمگیں آنکھیں رو کش چشم غزالان ختن تھیں۔ گلابی گال سیب فروش تھے۔ بدن گٹھا ہوا تھا اور سارے جسم میں ایک حیران کُن تناسب تھا۔

اُن کی وضع بھی خاص تھی اور پوشاک بھی نرالی تھی۔ سر پر زلف دراز۔ آنکھوں میں سُرمہ۔ بدن میں ململ کا انگرکھا اور ڈھیلا ڈھالا پائجامہ جس میں سُرخ نیفہ لگا ہوتا۔ اکثر خوشرنگ دوپٹہ کو بل دے کر کمر میں لپیٹ لیتے تھے۔ سر پر پنج گوشیا ٹوپی جس کے کنارے پر سفید ریشمی لیس ٹکی ہوتی۔ عطریات اور پان سے خاص شوق تھا۔

## عادات و اخلاق مومن

معاملاتِ حُسن و عشق سے واقف ہمارا زندہ دل شاعر مومن اپنی جوانی کے ایام میں ایک آزادانہ اور والہانہ مزاج کا ہوشیار انسان تھا۔ اُس کا شباب افسانۂ محبت کی رنگین داستان ہے اور اُس کی جوانی سعیٔ تکمیل جنون کا زمانہ۔

خاک اُڑائی میں نے کیا طرزِ جنون قیس کی
شاہجہاں آباد سارا نجد کا بن ہو گیا

مومن چونکہ فطرت سے ایک دور بیں اور حقیقت شناس نظر لے کر آئے تھے۔ اس لئے بہت جلد اُن پر منکشف ہو گیا کہ حیاتِ دنیا کی نمائش سراب بے بنیاد سے زیادہ نہیں۔ حوادثِ عالم کے شکار بنے۔

گردشِ روزگار کا نشانہ ہوئے۔ جوانی کا نشہ ٹوٹا اور مومن خاں ایک مذہبی اور دیندار بزرگ بن گئے۔

مومن یہ لافِ اُلفتِ تقویٰ ہے کیوں مگر
دلّی میں کوئی دشمنِ ایماں نہیں رہا

مومن طبعاً غیور، قانع اور خوددار تھے۔ راجہ کپور تھلہ نے جب اُن کی علمیت و صلاحیت کا شہرہ سُنا تو بُلا بھیجا۔ معقول تنخواہ کا وعدہ فرمایا۔ مگر مومن غیرت مند نہ گیا۔ صرف اس وجہ سے کہ دربار کپور تھلہ کے گویئے کی تنخواہ بھی اُسی قدر تھی جس قدر اُن کو دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ۱۸۴۲ء میں دہلی کالج کی پروفیسری کے لیے طلب ہوئے مگر مومن نے قناعت کا دامن نہ چھوڑا اور ملازمت کی بیڑی اپنے پاؤں میں نہ ڈالی۔ نواب وزیر الدولہ بہادر فرمانروائے ٹونک نے بُلا بھیجا مگر غیور مومن وہاں بھی نہ گیا۔

مومن خاں نے اپنی شاعری کو حصولِ مال وجاہ کا ذریعہ کبھی نہیں بنایا۔ اُمرا کی خوشامد میں قصائد نہیں لکھے۔ اور نہ اُمید صلہ میں غالب و ذوق کی طرح نظمیں لکھیں۔ ایک مرتبہ قدردان علم و سخن راجہ اجیت سنگھ مومن سے مل کر بہت خوش ہوا اور جوشِ محبت و عقیدت میں ایک آراستہ ہتھنی اُن کے نذر کی۔ مومن نے بھی اظہار امتنان و تشکر میں ایک قصیدہ صرف اس موقع کے لئے لکھا جس کا مطلع یہ ہے۔

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری
کثرتِ دود سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری

مومن خاں کو کسی سے ذاتی بغض و عناد نہ تھا۔ انھوں نے کسی کی تذلیل کے لئے کوئی نظم نہیں لکھی۔ ہجو گوئی سے اُن کو طبعاً نفرت تھی۔ فرماتے ہیں ؎

ہجو گوئی نہیں ہمارا کام　　ایسی باتوں سے خامشی بہتر

لیکن تعلّی اور خود ستائی کا مادّہ مومن میں بہت تھا۔ وہ اپنے زعم قابلیت میں کسی کو اپنا مدِمقابل نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ اپنے معاصرین کو شاعر ہی نہیں مانتے تھے۔ اگرچہ کسی خاص شخص پر کوئی بیجا حملہ نہیں کیا۔ اکثر لوگوں کو "سگانِ جیفہ خوار" لکھا کرتے۔ فرماتے ہیں ؎

ہیں یہ سگانِ جیفہ خوار مغزِ سخن سے بے نصیب
کافر استخواں پرست طرفہ سگی و کافری

مومن مشکل سے کسی کو سخنداں سمجھتے تھے۔ کہتے ہیں ؎

اپنے انداز کی بھی ایک غزل پڑھ مومن
آخر اِس بزم میں کوئی تو سخنداں ہوگا

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

مومن تجھ سا سحر بیانی کا جب ہی تک
ہر ایک کو دعویٰ ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

## مومن کے چند مشہور شاگرد

(۱) نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ رئیس جہانگیر آباد۔
اُن کے یہ دو اشعار بہت مشہور ہیں۔

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
ایک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی
میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

(۲) میر حسین تسکین دہلوی اِن کا شمار مومن کے شاگردانِ رشید میں ہے۔ اِن کا یہ شعر زباں زد عام ہے۔

کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی
ابھی اِس راہ سے کوئی گیا ہے

(۳) نواب محمد اصغر علی نسیم دہلوی ابن نواب آقا علی خاں قاجار۔
اِن کا کلام بہت دل پسند اور شیریں ہے۔ کہتے ہیں۔

سفر ہے دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہے
نسیم جاگو کمر کو باندھو اُٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

نسیم دہلوی ہم موجدِ بابِ فصاحت ہیں
کوئی اُردو کو کیا سمجھے گا جیسا ہم سمجھتے ہیں

(۴) حکیم مولا بخش میرٹھی فرماتے ہیں۔

فصل بہار اپنی گزری ہے یوں ہی ساری
یاں آشیانہ بنایا واں آشیاں بنایا

۵

دیکھو ستم ظریفی دودِ دل و جگر کی    اک آسماں کو پھونکا اک آسماں بنایا

(۵) قاضی نجم الدین برق سکندرآبادی ابن قاضی سراج الدین۔ کہتے ہیں۔

اے برق تیز دستیٔ وحشت کو دیکھنا    دامن کو سیتے سیتے گریباں نکل گیا

بزمِ اغیار ہے ڈر ہے نہ خفا تو ہو جائے
ورنہ اک آہ میں کھینچوں تو ابھی ہو ہو جائے

(۶) میر غلام علی خاں وحشت ابن میر فرحت اللہ خاں مرادآبادی۔ کیا خوب کہا ہے۔

کیوں نہ باطل سمجھوں اقرار وفا    سحر ٹپکے ہے تری گفتار سے

(۷) میر عظمت اللہ عظمت ولد میر قدرت اللہ جذب دہلوی۔ کہتے ہیں۔

نام عظمت ہے نہ شوکت نہ شکوہ    کیا ہی اس نام سے گھبراتا ہوں

(۸) نصیر الدین یاس دہلوی۔ کیا خوب طرز بیان ہے۔ کہتے ہیں۔

شربتِ وصل نہ پینے دو نہ سم کھانے دو
کیا قیامت ہے نہ جینے دو نہ مرجانے دو

**خصوصیات کلام مومن**

(۱) ذوق و غالب ممتاز زمانہ شعرا میں تھے۔ آپ کی قابلیت کا شہرہ شہروں شہروں پھیلا ہوا تھا۔ مگر آپ کے کلام میں جا بجا وہ رکاکت پائی جاتی ہے جو حسن و آمد

ہوا و ہوس کا لازمی نتیجہ ہے۔ مومن جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں خوددار اور
قانع طبیعت رکھتے تھے۔ اس لئے اُن کے کلام میں وہ رنگ نہیں پایا
جاتا جو خوئے سوال کا نتیجہ کہا جاتا ہے اور یہی وہ خصوصیت ہے جو مومن
کو ذوق و غالب اور اپنے دوسرے ہمعصر شعرا سے ممتاز کرتی ہے۔

(۲) مومن کی غزل حقیقت میں غزل ہے۔ اس میں "مسائل تصوف"
کا "وبیان" نہیں۔ اس لئے کہ غالب کی طرح اُن کو بھی "ولی زند نما"
بننے سے احتراز تھا۔ وہ عشق مجازی کے "پردہ ہفت رنگ" میں عشق
حقیقی کو چھپانا توہین حسنِ مطلق خیال کرتے تھے۔

(۳) مومن کا طریقہ بیان کچھ ایسا دل پسند اور مرغوب خاطر ہے کہ
معمولی سی معمولی بات بھی جب وہ بیان کرتا ہے تو وہ بات انوکھی اور
لذت بخش معلوم ہونے لگتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ناصح کہاں تلک تری باتیں اُٹھا سکوں
سچ ہے کہ مجھ میں طاقتِ جور و ستم نہیں

ے

نہ مانوں گا نصیحت پر نہ سنتا میں تو کیا کرتا
کہ ہر ہر بات میں ناصح تمھارا نام لیتا تھا

(۴) اُن مخفی جذبات و احساسات قلبی کی طرف جو سطح بیں نظروں
سے پوشیدہ رہتے ہیں محض بندشِ الفاظ اور اسلوب ادا سے اشارہ

کر دینا مومن کی امتیازی خصوصیت ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں۔

پامال ایک نظر میں قرار و ثبات ہے
اس کا نہ دیکھنا نگہِ التفات ہے

(۵) مومن کا انداز تخاطب و تکلم نرالا ہے۔ وہ اس طریقہ سے اپنا مدعائے دل کہتے ہیں اور اپنے مخاطب کو کچھ اس لہجے سے دوستانہ صلاح دیتے ہیں کہ وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس میں میرا فائدہ ہے مثلاً کہتے ہیں ؎

ہے دوستی تو جانبِ دشمن نہ دیکھنا
جادو بھرا ہوا ہے تمھاری نگاہ میں

دوسری جگہ کہتے ہیں ؎

خواہشِ مرگ ہو اِتنا نہ ستانا ورنہ
دل میں پھر تیرے سوا اور بھی ارماں ہوگا

(۶) مومن کے کلام کی یہ بھی ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ اس میں طنزیہ اشعار کثرت سے ملیں گے۔ یہ خصوصیت دوسرے شعرائے اُردو کے کلام میں گویا مفقود ہے۔ طنز کی مثال ملاحظہ ہو۔

ہے یہ بندہ ہی بیوفا صاحب — خیر اور تم بھلے۔ بھلا صاحب

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

آپ مجھ سے نباہیں گے۔ سچ ہے — بادفا حسن و بے وفا ہے عشق

(۷) وہ شعرا جو اُردو اشعار میں فارسی ترکیبیں استعمال کیا کرتے ہیں

اُن کے کلام میں اکثر اُن فارسی ترکیبوں کے نامناسب استعمال سے بجائے حسن و خوبی کے اغلاق و ثقل پیدا ہو جاتا ہے۔ مومن کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ فارسی ترکیبیں استعمال کرتا ہے تو اشعار میں ایک دل پسند لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور مفہوم شعر نہایت وسیع و رفیع ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اہل بازار محبت کا بھی کسود اکیا ہے　　عشرت عمر ابد قیمت غم دیتے ہیں

گر وہاں بھی یہ خموشی اثر افغاں ہوگا　　حشر میں کون مرے حال کا پرساں ہوگا

چشمک مری وحشت پہ ہے کیا حضرت ناصح
طرز نگہ چشم فسوں ساز تو دیکھو

(۸) جو خاص بات خلاف روش زمانہ مومن کے کلام میں پائی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ اُن کا محبوب و مطلوب صنف نازک کا کوئی حسین فرد ہے غیر فطری محبت کا بیان اُن کے کلام میں بھی ہے مگر خال خال۔ مثلاً کہتے ہیں۔

یاد خط نگار میں ہم زہر کھا موے　　کیا آب زندگی کا ہوا ہے خضر سے فیض

گیسو و خال و خط اپنا دین و ایماں لے گئے
مل کے دو اِک کافروں نے کر دیا ہندو ہمیں

سبزۂ پشت لب یار دلاتے ہیں یاد　　گھول کر شہد میں دشمن مجھے سم دیتے ہیں

(۹) مومن اکثر موقعوں پر مضمون کے بعض اجزا ایسے چھوڑ جاتے ہیں جن کی طرف سامع کا ذہن خود بخود پہنچ جاتا ہے اور اُس سے کلام میں ایک خاص حسن اور مزا آجاتا ہے۔ جیسے ؎

یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا
میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

## مومن کی عدم شہرت کے ظاہری اسباب

(۱) مومن نے شاعری میں کسی کی تقلید نہ کی بلکہ عام روش سے بالکل الگ اپنا راستہ بنایا جو عام طبائع کو نامرغوب تھا شاعری کی پُرانی شاہراہ سے الگ چلنے والا دلیر اور جدت پسند مومن جا بجا ٹھوکریں بھی کھاتا جاتا ہے۔ مگر اس پر بھی اپنی طبیعت سے نکالے ہوئے نئے رستے کو نہیں چھوڑتا اور رندانہ بے پروائی کے ساتھ اکڑتا ہوا چلا ہی جاتا ہے۔ کہتا ہے ؎

اپنے ڈھب کی کیا پڑھی اک اور مومن نے غزل
دو ہی دن میں یہ تو کیسا ماہر فن ہو گیا

دوسری جگہ کہتا ہے ؎

اگرچہ شعر مومن بھی نہایت خوب لکھتا ہے
کہاں ہے لیک مضموں بند معنی یاب اپنا سا

(۲) مومن کی بیجا تعلّی اور خود پرستی نے اُس کو مشہور و مقبول نہیں ہونے دیا۔ وہ کسی کو اپنا مدِ مقابل نہیں سمجھتا۔ اپنے ہمعصر شاعروں پر آوازے کسا کرتا اور اُن کو نامناسب الفاظ سے یاد کیا کرتا۔ کہتا ہے ؎

مومن تجھے تو وہب ہے مومن ہی وہ نہیں
جو معتقد نہیں تری طبعِ سلیم کا

پھر کہتا ہے ؎

شعر تر وہ ہیں ترے مومن کہ ہنگامِ جواب
خوف سے منہ اور زبانِ ہر سخنور خشک ہے

(۳) مومن کی عدم مقبولیت کی تیسری وجہ غالباً اُن کا مذہبی تعصب تھا۔ اُن کے اعتقادات اور لوگوں کے اعتقادات سے مختلف تھے مگر یہ کوئی بیجا بات نہیں۔ مومن کا ظلم تو یہ تھا کہ وہ شیعوں اور حنفیوں کو بُرا بھلا کہتے اور صرف اپنے مذہب کو سراہتے۔ اُن کے کلیات میں کثرت سے ایسے اشعار ملیں گے جن میں حنفیوں اور شیعوں پر چوٹیں کی گئی ہیں بھلا ایسا آدمی اُس دورِ مذہبی میں کیونکر مشہور ہو سکتا تھا۔

## عیوب کلام مومن

(۱) ناسخ کے تتبع کی وجہ سے کلام میں جا بجا خشکی سی آگئی ہے۔ اُن اشعار میں آورد کا پتہ چلتا ہے اور جذبات مفقود ہیں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو ؎

آخر اشکوں کے بھر آنے نے ڈبویا ہے مجھے ۔۔۔ چشم کا سوراخ کو کشتی کا روزن ہو گیا

## دیگر

بسکہ میں سارے برس روتا رہا غم میں ترے
جیٹھ اور بیساکھ کا بھی چاند ساون ہو گیا

(۲) صحت الفاظ کا اکثر خیال نہیں کرتے۔ لکھتے ہیں ؎

مُحب حسینؑ کا اور دل رکھے شمر کا سا

صحیح لفظ بسکون میم ہے نہ کہ بفتح میم۔ جیسا کہ مومن نے استعمال کیا ہے۔

(۳) مومن کے کلام میں عیب تعقید بہت ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

لکھ کے بدمستی غم۔ تا کہ وہ میکش پڑھ لے
باندھ دیتا ہوں سر شیشۂ صہبا کاغذ

## دیگر

وہ گردن دیکھ یہ حالت ہوئی تغییر شیشہ کی
کہ تھمتی ہی نہیں ہچکی ہوئی ہے دیر شیشہ کی

(۴) دور از قیاس تلمیحات غیر معروف حکایات اور معمولی واقعات کی طرف اشارات سے اشعار کو گورکھ دھندا بنا دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ؎

تیغ کچھ دشنۂ شیریں تو یہ نہیں ہے غیرت
اپنے ہی خوں سے مگر دامن فرہاد بھرے
جلتا ہوں اہل نار کی تبدیل جلد سے
مومن غضب ہے لذت آتش فزائے داغ

(۵) اکثر نامانوس الفاظ استعمال کرتے ہیں جس سے شعر ثقیل اور نامطبوع ہوجاتا ہے۔ مثلاً اس طرح کے الفاظ۔ وجہ عطاس۔ عزّ وجاہ۔ خجلت آب پیکری۔ شاموس۔ مثلث عامل۔ املاوس۔

(۶) اشعار میں اکثر ایسے جملے حذف کر دیتے ہیں کہ وہاں تک سامع کی رسائی خیال بمشکل ہوتی ہے۔ اس سے شعر میں ایک ثقل اور بے مزگی سی پیدا ہوجاتی ہے اور شعر ایک معمّا ہو کر رہ جاتا ہے۔ مثلاً یہ شعر ؎

بے جرم پائمال عدو کو کیا کیا ۔۔۔ مجھ کو خیال بھی ترے سر کی قسم نہیں

اس شعر میں جملہ کا جملہ محذوف ہے۔ اسی طرح کا دوسرا شعر ہے اور اس میں بھی محذوفات ہیں گو پہلے شعر سے کم ؎

جیب درست لائق لطف وکرم نہیں ۔۔۔ ناصح کی دوستی بھی عداوت سے کم نہیں

## مومن کا مذہبی عقیدہ

مومن اہلِ حدیث تھے۔ اور نہایت ہی راسخ الاعتقاد اہل حدیث تھے۔ بلکہ یوں کہئے کہ متعصب اہل حدیث تھے۔ غیر اہل حدیث کو بے راہ روی کا مرتکب سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں ؎

خالص ہوں محمدی مرا دین اسلام ۔۔۔ گو رائے صواب ہو نہیں مجھکو کام

تقلید کی ٹھہری تو بنوں گا شیعہ ۔۔۔ کس واسطے چھوڑ دیجئے افضل تر امام

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

ارباب حدیث کا میں فرماں بر ہوں ۔۔۔ تقلید کے منکروں کا سر دفتر ہوں

مقبولِ روایتِ ائمہؑ نہ قیاس ۔۔۔ یعنی کہ فقط مطیع پیغمبرؐ ہوں

ترغیب جہاد جو وہابیوں کا مسلک رہا ہے اُن کا بھی مدعائے دل تھا۔ فرماتے ہیں۔

مومن تمھیں کچھ بھی ہو جو پاسِ ایماں ۔۔۔ ہے معرکۂ جہاد چل دیجئے وہاں

انصاف کرو خدا سے رکھتے ہو عزیز ۔۔۔ وہ جان جسے کرتے تھے بتوں پر قرباں

گو یہ اہل حدیث تھے مگر اہلِ بیتؑ کی محبّت و عزت اپنا ایمان سمجھتے تھے۔ شہادت امام حسین علیہ السّلام پر آنسو بہاتے ہیں اور مصائب آلِ نبیؐ کا ماتم کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

کیا سخت تھے ابن سعدؔ اور ابن زیادؔ ۔۔۔ اولادِ نبیؐ پہ ہے یہ ستم یہ بیداد

فریادِ امام کی کسی نے نہ سنی ۔۔۔ اللہ سُنے مقلّدوں کی فریاد

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

روتا ہوں حسینؑ ابن علیؑ کے غم میں ۔۔۔ ہے عیشِ جناں کی آرزو اس ماتم میں

حیف آلِ نبیؐ میں کوئی باقی نہ رہا ۔۔۔ لازم ہے کہ باقی نہ رہے کچھ ہم میں

## قصائدِ مومن

مومن کے معاصرین میں سب سے مشہور قصیدہ نگار ذوقؔ تھے۔ اس میں کلام نہیں کہ جو زورِ تخیل اور شوکتِ الفاظ ذوقؔ کے قصائد میں ہے وہ اس دور کے اور شاعروں میں گویا نہیں ہے۔ قصائدِ ذوقؔ کی پختگی اور روانی کی مثال دوسری جگہ نہیں ملتی۔ لیکن مومنؔ کے قصائد بھی شاعرانہ تخیل اور علمی لیاقت کے لحاظ سے بہت

بلند پایہ ہیں مومن کا گریز قصائد میں بلاشبہ کمزور ہوتا ہے۔ مگر ان کی تشبیب جو قصیدہ کی جان ہے نہایت ہی پیاری اور انوکھی ہوا کرتی ہے۔ ان کے کلام میں مذہب اور عقائد کی جھلک صاف نمایاں رہتی ہے اور جا بجا تعریفیں بھی پائی جاتی ہیں۔ ان کے قصائد سے ان کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔ چونکہ فنون طب و نجوم و رمل سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں، ان علوم کی اصطلاحات سے مناسب فائدہ اٹھا کر کلام کو پر شوکت بنا دیتے ہیں۔ زور الفاظ۔ بلندی تخیل علوئے مضامین۔ ندرت تشبیہ اگر محاسن قصیدہ ہیں تو مومن کے قصائد بلاشبہ دوسروں کے قصائد سے کسی طرح اور کسی لحاظ سے کم نہیں۔

## رباعیات مومن

مومن نے تمام اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔ قصائد میں۔ مثنویوں میں۔ رباعیات میں ہر جگہ اپنی جولانی طبع کے جوہر دکھلائے ہیں۔ قصائد بزرگوں کی شان میں لکھے۔ مثنویوں میں اپنی عاشقانہ زندگی کی واردات لطیف کو بیان کیا اور رباعیوں میں مضامین عشقیہ کے علاوہ پند و نصائح لکھے اور اپنے عقائد پر روشنی ڈالی۔

رباعیوں کا رواج عام طور سے شعرا میں نہ تھا اس لئے اس صنف شاعری میں قدما نے کافی ترقی نہیں کی۔ مومن نے بھی رباعیاں لکھی ہیں۔ مگر ان کا پایہ کچھ ایسا بلند نہیں۔

# رباعیاتِ مومن

ہو حق وفا ادا قضا نے چاہا
کعبہ کا سفر بخت رسا نے چاہا
ہے ترک علاج اِن بتوں کا مومن
دیکھو جا ملیں گے گر خدا نے چاہا

## دیگر

گر جور و ستم پہ طبع آئی اچھا
ہے شوق محبت آزمائی اچھا
یاں روزِ جزا کی آس ہے روز فزوں
کر لیجے جو ہو سکے برائی اچھا

## دیگر

محرومِ حصولِ مدعا نے چاہا
حسرت زدہ بخت نارسا نے چاہا
مومن اُس بت نے گر نہ چاہا نہ سہی
ہم خوش ہیں اسی میں جو خدا نے چاہا

## دیگر

جانم آپ نے دم بدم دیے ہیں کیا کیا
خوننابۂ درد و غم پیے ہیں کیا کیا
کچھ کشتۂ مشقِ صبر و جفا کی حد بھی
انصاف کرو ستم کیے ہیں کیا کیا

## دیگر

کیا ظلم یہ اس نالۂ بیباک کیا
اُس شعلہ مزاج کو غضبناک کیا
افسوس وہ لعل لب نہیں گرمِ سخن
اِس آتشِ خاموش نے جی خاک کیا

اندیشۂ پایان جفا کرنا تھا
غیروں کے لیے ہاتھ سے کھویا ہم کو
نادان ذرا پاس وفا کرنا تھا
کیا تم نے کیا اور آہ کیا کرنا تھا

دیگر

روشن ہے جو ہے آلِ عبا کا پایا
قندیل ہے عرش کی جوہر جانِ شہید
ہاں مرتبہ تسلیم و رضا کا پایا
کیا ہوئے گا شاہِ شہدا کا پایا

دیگر

ہے عہد شباب زندگانی کا مزا
اب یہ بھی کوئی دن میں فسانہ ہوگا
پیری میں کہاں وہ نوجوانی کا مزا
باتوں میں جو باقی ہے کہانی کا مزا

دیگر

اے خواجۂ خواجگاں دمِ خشم و عتاب
گر جرم کا میرے وزن کرنا ٹھہرا
کیا تاب کہ دے سکے کوئی تجھکو جواب
انصاف سے کر اپنے کرم کا بھی حساب

دیگر

موشن نہیں زہد بے ریا سے اُمّید
جب رحم محبت میں صنم نے نہ کیا
کیا شیخ بنوں کسی دعا سے اُمّید
کیا عشق حقیقی میں خدا سے اُمّید

دیگر

کیا ڈر ہے اگر نیند نہ آئی یک چند
معلوم ہوا ابھی خدا کو میرے
بیخوابی ہر روزہ سے میں ہوں خرسند
منظور نہیں کہ میری آنکھیں ہوں بند

## دیگر

امواج فرات دیکھ روتے شبیرؑ — حسرت سے یہ خونابہ فشاں کی آن

ہیں اپنے ہی اُمتی لہو کے پیاسے — کیا تشنگیِ آلِ نبیؐ کی تد

## دیگر

موہن ہے اگرچہ سب اُسی کا یہ ظہور — توحید وجودی کا نہ کرنا مذکو

یعنی کہ بنائے ہیں خدا نے بندے — بندے کو خدا بنائے کس کا مقد

## دیگر

پروانے کو کس لیے جلایا اے شمع — بے جرم کو خاک میں ملایا اے شمع

سر کٹنے سے بھی ذرا شرارت نہ گئی — تو نے تو غضب ہی سر اٹھایا اے شمع

## دیگر

مومن ترے تا عمر ہرے ہونے سے حصول — پھل پا چکے مفت جان کھونے سے حصو

یہ تخم کہیں ہوا ہے سرسبز اب تک — اس دانۂ سوختہ کے بونے سے حصو

## دیگر

مصروف رواے کار تھے ہر جا ہم — کام آئے ہر ایک شخص کے کیا کیا ہم

پر جس کے ہوئے نہ جانا اُس نے اپنا — دنیا میں مکانِ وقف تھے گویا ہم

## دیگر

تابندگیِ عذار سے فرقِ امام — تھا جلوہ نما سناں پہ جوں ماہِ تمام

یہ حجتِ ساطعِ کراماتِ حسینؑ — افزوں ہوئی تیرہ روزیِ لشکرِ شا

## دیگر

رام و سکوں کہاں ہے بیتابی میں
صد برق بیاں نہاں ہے بیتابی میں
یک آن بھی دل کو چین لینے نہ دیا
تیری ہی سی شوخیاں ہیں بیتابی میں

## دیگر

یا خوب عذاب میں گرفتار ہوں میں
جاں دادۂ لطف رشکِ اغیار ہوں میں
ینے سے مرے وہ دشمنی سے خوش ہے
جانے ہے کہ زندگی سے بیزار ہوں میں

## دیگر

کیا طولِ امل سے جان کو شاد کروں
حسرت سے دلِ خراب آباد کروں
یزار ہوا ہوں اِس قدر دنیا سے
گر ہاتھ لگے تو خوب برباد کروں

## دیگر

الفت میں بھی مجکو دُکھ دیے جاتے ہو
منہ گورِ ندامت کا کیے جاتے ہو
کہتے ہو کہ اب غیر کا میں نام نہ لوں
یوں بھی تو وہی نام لیے جاتے ہو

## دیگر

ومن یہ اثر سیاہ مستی کا نہ ہو
اندیشہ کبھی بلند و پستی کا نہ ہو
توحیدِ وجودی میں جو ہے کیفیت
ڈرتا ہوں کہ حیلہ خود پرستی کا نہ ہو

## دیگر

جو کھائے یہ داغ شعلہ زا خاک جیے
جز نسبت سے جلتا ہو بھلا خاک جیے
ہوتے جاتے ہیں خاکِ اجزائے وجود
یک چند جو یوں جیے تو کیا خاک جیے

## دیگر

مومن خلقت لباس پر مرتی ہے
سر پاؤں پہ دامن کی طرح دھرتی ہے
عمامہ ہے نے عصا نہ جبہ حضرت
پیروں کی یہی وضع ہوا کرتی ہے

## دیگر

مومن لازم ہے وضع مرغوب بنے
جو رنگ ہو آدمی خوش اسلوب بنے
کیا خرقہ و عمامہ ہے اللہ اللہ
جب شکل بگڑ گئی تو تم خوب بنے

## دیگر

مظہر سے بری ہے کبریائی اُس کی
آئینہ گداز خود نمائی اُس کی
وہ بندۂ نفس جو اِتنا اللہ کہے
زیبندہ اسی کو ہے خدائی اُس کی
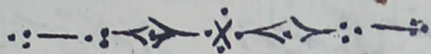
# غزلیاتِ مومن

پھوڑا اٹھا دل نہ تھا یہ ہوئے پر خلل گیا
جب ٹھیس سانس کی لگی دم ہی نکل گیا

اُس کوچہ کی ہوا تھی کہ میری ہی آہ تھی
کوئی تو دل کی آگ پہ پنکھا سا جھل گیا

جوں خفتگانِ خاک ہے اپنی فتادگی
آیا جو زلزلہ کبھی کروٹ بدل گیا

اُس نقشِ پا کے سجدے نے کیا کیا ذلیل
میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

بُتخانے سے نہ کعبے کی تکلیف دے مجھے
مومن بس اب معاف کہ یاں جی بہل گیا

## غزل

گر وہاں بھی یہ خموشی اثرِ افغاں ہوگا
حشر میں کون مرے حال کا پرساں ہوگا

اُن سے بدخو کا کرم بھی ستمِ جاں ہوگا
میں تو میں غیر بھی دل دے کے پشیماں ہوگا

خواہش مرگ ہو اتنا نہ ستانا ورنہ
دل میں پھر تیرے سوا اور بھی ارماں ہوگا

ایسی لذت خلش دل میں کہاں ہوتی ہے
رہ گیا سینہ میں اُس کا کوئی پیکاں ہوگا

اپنے انداز کی ایک اور غزل پڑھ مومنؔ
آخر اس بزم میں کوئی تو سخنداں ہوگا

## دیگر

آخر اُمید ہی سے چارۂ حرماں ہوگا
مرگ کی آس پہ جینا شب ہجراں ہوگا

درد ہے جان کے عوض ہر رگ و پے میں ساری
چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہوگا

بات کرنے میں رقیبوں سے ابھی ٹوٹ گیا
دل بھی شاید اُسی بدعہد کا پیماں ہوگا

نسبت عیش سے ہوں نزع میں گریاں یعنی
ہے یہ رونا کہ دہن گور کا خنداں ہوگا

دوستی اُس صنم آفت ایماں سے کرے
مومنؔ ایسا بھی کوئی دشمن ایماں ہوگا

## غزل

دیدۂ حیراں نے تماشا کیا — دیر تلک وہ مجھے دیکھا کیا
غیر عیادت سے برا مانتے — قتل کیا آن کے اچھا کیا
زندگیٔ ہجر بھی اک موت تھی — مرگ نے کیا کارِ مسیحا کیا
رحم فلک اور مرے حال پر — تو نے کرم اے ستم آرا کیا

دشمنِ مومن ہی رہے بت سدا
مجھ سے مرے نام نے یہ کیا کیا

## غزل

موئے نہ عشق میں جب تک وہ مہرباں نہ ہوا — بلائے جاں ہے وہ دل جو بلائے جاں نہ ہوا
ہلے نہ غیر مجھے بزم سے اٹھاتے پر — ثبات ہے وہ کہ تری طبع پہ گراں نہ ہوا
وہ آئے بہر عیادت تو تھا بہ شادیٔ مرگ — کسی سے چارۂ بیدادِ آسماں نہ ہوا
لگی نہیں ہے یہ چپ لذتِ ستم سے کہیں — حریفِ کشمکشِ نالہ و فغاں نہ ہوا
ہے شرط ہم پہ عنایت میں گونہ گونہ ستم — کبھی محبتِ دشمن کا امتحاں نہ ہوا

امید وعدۂ دیدارِ حشر پر مومن
تو بے مزہ تھا کہ عشرت کشِ بتاں نہ ہوا

---

## غزل

ڈر تو مجھے کس کا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
پر حال یہ افشا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
ناصح یہ گلہ کیا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
تو کب مری سنتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
کیا کیا نہ کہے غیر کی گر بات نہ پوچھو
یہ حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
مت پوچھ کہ کس واسطے چپ لگ گئی ظالم
بس کیا کہوں میں کیا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
مومن بخدا سحر بیانی کا جبھی تک
ہر ایک کو دعویٰ ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

## غزل

غیر آ کر قریب خانہ رہا
شوق اب تیرے آنے کا نہ رہا
تیرے پردے نے کی یہ پردہ دری
تیرے چھپتے ہی کچھ چھپا نہ رہا
غم مرا کس لیے کہ دنیا میں
نہ رہا میں مرا فسانہ رہا
غیر چھیڑے ہے زخم دل پہ نمک
شور الفت میں کبھی مزا نہ رہا
تو فلک مرگ ہم سے کب غافل
اب کسی کا بھی آسرا نہ رہا
مومن اس بت کے نیم نازی میں
تم کو دعوائے اتقا نہ رہا

## غزل

ہماری جان تجھ بن شب دلِ ناکام لیتا تھا
خدنگِ آہ سے تیرِ قضا کا نام لیتا تھا
عبث اُلفت بڑھی تم کو وہ کب دیتا تھا دم تم پر
یہ مجھکو دیکھکر دشمن کلیجا تھام لیتا تھا
سحر تک شام سے تجھ بن یہی حالت رہی دل نے
نہ مجھکو چین دیتا تھا نہ خود آرام لیتا تھا
نہ مانوں گا نصیحت پر نہ سنتا میں تو کیا کرتا
کہ ہر ہر بات میں ناصح تمھارا نام لیتا تھا
اگر مومن ہی ہو مومن ولے میں تو نہ مانوں گا
جو عہدِ دوستی وہ دشمنِ اسلام لیتا تھا

## غزل

اُس روانی سے ذرا خنجر بیداد رہا
بارے اکدم اثرِ نالہ و فریاد رہا
نقدِ جاں تھا نہ سزائے دیتِ عاشق حیف
خون فرہاد سرِ گردنِ فرہاد رہا
یاد سہواً اُسے اے غیر ہے نسیاں عمداً
یاد رکھ بھول گیا حسن کو وہی یاد رہا
چھوٹنا دامِ شکستہ سے بھی آساں نہیں
میں گرفتارِ خمِ گیسوئے صیاد رہا
گہ غمِ حور گہے عشق بُتاں اے مومن
میں سدا سوختۂ حسنِ خداداد رہا

## غزل

یہ عذرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا
میں الزام اُس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا
ہمارے خونبہا کا غیر سے دعویٰ ہے قاتل کو
یہ بعدِ انفصال اب اور ہی جھگڑا نکل آیا
نکل آیا اگر آنسو تو ظالم مت نکال آنکھیں
مُنا معذور ہے مضطر نکل آیا نکل آیا
خدنگِ یار کے ہمراہ نکلی جان سینے سے
یہی ارمان اک مدت سے جی میں تھا نکل آیا
بہت نازاں ہے تو اے قیس وحشت پر دکھاؤں گا
کتابوں میں کبھو قصہ جو مومن کا نکل آیا

## غزل

روزِ جزا جو قاتلِ دل جو خطاب تھا
میرا سوال ہی مرے خوں کا جواب تھا
ناصح نے طعنہ زن ہجر ناکامیوں پہ کیا
دل جو ہوس سے تیری کبھی کامیاب تھا
کیا جی لگا ہے تذکرۂ یار میں عبث
ناصح سے مجکو آج تلک اجتناب تھا
ہوں کیوں نہ محو حیرت نیرنگ ہائے شوق
جو دل میں شعلہ تھا وہی آنکھوں میں آب تھا
روزِ جزا خدا ابت جب آ دکو ملا
گویا کہ خونِ ناحق مومن صواب تھا

## غزل

دیکھ تو شوق ناتمام مرا
غیر لے جائے ہے پیام مرا

بے اثر ہے فغانِ خوں آلود
کیوں نہ ہووے خراب کام مرا

رتبہ اُفتادگی کا دیکھو ۔ ہے
عرش کے بھی پرے مقام مرا

اُس لبِ لعل کی شکایت ہے
کیونکہ رنگیں نہ ہو کلام مرا

تو نے رسوا کیا مجھے اب تک
کوئی بھی جانتا تھا نام مرا

زانوئے بُت پہ جان دی ۔ دیکھا ق
مومن انجام و اختتام مرا

بندگی کام آ رہی آخر
میں نہ کہتا تھا کیوں سلام مرا

## غزل

غیروں پہ کھُل نہ جائے کہیں راز دیکھنا
میری طرف بھی غمزۂ غمّاز دیکھنا

دُشنام یار طبعِ حزیں پر گراں نہیں
اے ہم نفس نزاکتِ آواز دیکھنا

کشتہ ہوں اُس کی چشمِ فسوں گر کا اے مسیح
کرنا سمجھ کے دعویِٔ اعجاز دیکھنا

میری نگاہ خیرہ دکھاتے ہیں غیر کو
بے طاقتی پہ سرزنشِ ناز دیکھنا

ترکِ صنم بھی کم نہیں سوزِ جحیم سے
مومن غمِ مآل کا آغاز دیکھنا

## غزل

دل قابلِ محبّتِ جاناں نہیں رہا
وہ ولولہ وہ جوش وہ طغیاں نہیں رہا

ٹھنڈا ہے گرمجوشیِ افسردگی سے جی
کیسا اثر کہ نالہ و افغاں نہیں رہا

دل سختیوں سے آئی طبیعت میں نازکی
صبر و تحمل قلقِ جاں نہیں رہا

بیکاریِ اُمید سے فرصت ہے رات دن
وہ کاروبارِ حسرت و حرماں نہیں رہا

مومن یہ لافِ اُلفتِ تقویٰ ہے کیوں مگر
دلّی میں کوئی دشمنِ ایماں نہیں رہا

## غزل

اثر اُس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فزا نہیں ہوتا

کس کو ہے ذوقِ تلخ کامی لیک
جنگ بِن کچھ مزا نہیں ہوتا

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دُنیا میں کیا نہیں ہوتا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حالِ دل یار کو لکھوں کیونکر
ہاتھ دل سے جُدا نہیں ہوتا

دامن اُس کا جو ہے دراز تو ہو
دستِ عاشق رسا نہیں ہوتا

چارہ دل سوائے صبر نہیں
سو تمھارے سوا نہیں ہوتا

کیوں سُنے عرضِ مضطر اے مومن
صنم آخر خدا نہیں ہوتا

## غزل

ہم جان فدا کرتے گر وعدہ وفا ہوتا
مرنا ہی مقدّر تھا وہ آتے تو کیا ہوتا

اِس تلخیٔ حسرت پر کیا چاشنیٔ اُلفت
کب ہم کو فلک دیتا۔ گر غم میں مزا ہوتا

ہے بیخودی دائم کیا شکوہ تغافل کا
جب میں نہ ہوا اپنا۔ وہ کیونکہ مرا ہوتا

اِس بخت پہ کوشش سے تھکنے کے سوا حاصل
گر چارۂ غم کرتا رنج اور سوا ہوتا

ہم بندگیٔ بُت سے ہوتے نہ کبھی کافر
ہر جا پہ اگر مومنؔ موجود خدا ہوتا

## غزل

ہم دامِ محبت سے اِدھر چھوٹے اُدھر بند
پرواز کبھی کی آہ تو جوں طائرِ پر بند

دیکھا نہ کسی کی طرف ایمائے حیا سے
جادو کو کیا نرگسِ جادو نے نظر بند

یہ مُشتِ پرِ سوختہ پھونکیں گے قفس کو
تو ساتھ کسی کے مجھے صیاد نہ کر بند

شاید کہیں تو نے بھی اسے خواب میں دیکھا
آنکھیں تری اے بخت ہیں کیوں آٹھ پہر بند

کیا حضرتِ مومنؔ کہیں کعبہ کو سدھارے
سُنسان ہے گھر کس لئے کیوں آج ہے در بند

# غزل

یوں ہے شعاعِ داغ مرے دل کے آس پاس
ہالہ ہو جس طرح مہِ کامل کے آس پاس

ڈوبا جو کوئی آہ کنارے پر آ گیا
طغیانِ بحرِ عشق ہے ساحل کے آس پاس

کیا دعوے آہ جب نہ رہا میں ہی کس لئے
ہیں جمع اقربا مرے قاتل کے آس پاس

اے قیس تیرے نالے کی غیرت کو کیا ہوا
لیلےٰ نے زنگ باندھے ہیں محمل کے آس پاس

کافر ہے کون ہم میں سے مومن پھرے ہے تو
کعبے کے آس پاس تو میں دل کے آس پاس

# غزل

بے صبر کو کہاں تب داغِ جگر سے فیض
گلچیں کو کب ہوا شجرِ بارور سے فیض

زاہد نگاہ بھر کے وہ بے درد دیکھ لے
اتنا ہوا نہ خدمتِ اہلِ نظر سے فیض

بالطبع گر کریم ہو تو مفلس بھی ہے کریم
ہوتا ہے سایہ کا شجر بے ثمر سے فیض

ہے چرخ سے امید کشائش عبث ہمیں
کس کو ہوا ہے خانۂ وابستہ در سے فیض

ملنے کو خاک ہی ہیں بخیلوں کا مال ہے
دیکھو تو ہے کسی کو بھی غنچے کے زر سے فیض

شب بھر کیا ہے ممد فیاض کا گلہ
تو بھی عیاں ہوا نہ دعائے سحر سے فیض

تصویر سے تری مجھے تسکین دل کہاں
کیا خاک تشنہ کام کو آب گہر سے فیض

کیوں کر نہ غم ہو خلق کو مومن کی مرگ کا
تھا سب کو اُس کی ذات سراپا ہنر سے فیض

## غزل

ہر غنچہ لب سے عشق کا اظہار ہے غلط
اس مبحث صحیح کی تکرار ہے غلط

کرتے ہیں مجھ سے دعوئ اُلفت وہ کیا کریں
کیونکر کہیں۔ مقولہ اغیار ہے غلط

یہ گرمجوشیاں تری گو دل سے ہوں ولے
تاثیر نالہائے شرربار ہے غلط

تھا ربط غیر میں مرے مرنے کا انتظار
اے شوخ بے وفا تو وفادار ہے غلط

ہے حرف کامیابی دشمن میں ہمنشیں
مت کہہ درست وہم غلط کار ہے غلط

سچ تو یہ ہے کہ اس بت کافر کے دور میں
لاف و گزاف مومن دیندار ہے غلط

# غزل

کس ضبط پہ شرار فشاں ہے فغان شمع
اک برق تھی جو لال نہ ہوتی زبان شمع

دل گرمئ فریب پہ بھی ہیں نثار ہوں
پروانہ کیا مجال کرے امتحان شمع

ہے تار گریہ تار نفس اہل سوز کو
یعنی روان شمع ہے اشک روان شمع

سب گرمئ نفس کی ہیں اعضا گدازیاں
دیکھو نہ زندگی ہے سراپا زبان شمع

اک اور پڑھ وہ مومنؔ شعلہ زبان غزل
جل جائیں جس کے رشک سے حاسد لسانِ شمع

## غزل

محفل فروز تھی تب و تاب نہانِ شمع
پروانہ جل گیا کہ نہیں رازدانِ شمع
اے سوز گریہ آگے ترے آب و تاب کے
پانی بھرے ہے جلوۂ آتش فشانِ شمع
صحبت میں ایک رات کی کیا محو ہو گئی
اس بزم میں سحر کو نہ پایا نشانِ شمع
حیرت فزا ہے حسن بہت کیا عجب اگر
تھم جائے تیری بزم میں اشک روانِ شمع
لائیں نہ تاب حرف محبان کا فراق عشق
پروانہ کو جحیم ہے مومنؔ زبانِ شمع

## غزل

گلشن میں لالہ میں ہوں کہ ہے دل میں جائے داغ
اپنے تو دل نشیں نہیں کچھ بھی سوائے داغ

کیا دُکھ نہ دیکھے عشق میں کیا کیا نہ پائے داغ
زخموں پہ زخم جھیلے ہیں داغوں پہ کھائے داغ

کیا کہیے گرمیاں دلِ بیتاب کی کہ ہے
سینے میں ایک شعلۂ جوّالہ جائے داغ

دوزخ میں کچھ عذاب نہ پایا زبسکہ میں
خوکردہ تھا بہ تاب وتب شعلہ ہائے داغ

تاروں کے بدلے گن کے شبِ تار کاٹ دی
ایّامِ ہجر میں مرے کیا کام آئے داغ

جلتا ہوں اہلِ نار کی تبدیل جلد سے
مومن غضب ہے آتشِ لذّت فزائے داغ

# غزل

وہ جو زندگی میں نصیب تھا وہی بعدِ مرگ رہا قلق
یہ قلق ہے کیسا کہ ہے ستم گئی جان پر نہ گیا قلق

لیے ہم ہے حالتِ جانکنی غرض اب تو جان پر آبنی
یہ عذابِ مرگ ہے یا تپش یہ خدا کا قہر ہے یا قلق

یہ کہاں کی جی کو بلا لگی مری ہائے کیونکہ ہو زندگی
کوئی کیا جیئے جو ہو ایک سا غب و روز صبح و مسا قلق

نہیں چاہ میری اگر انھیں نہیں راہ دل میں تو کس لئے
مجھے روتے دیکھ کے رو دیے مرا حال سن کے ہوا قلق

یہی دین اگر ہے تو چھوڑ دو طرف اس صنم کے نہ رخ کرو
جسے مومن آپ کے واسطے ہے مثال قبلہ نما قلق

## غزل

قہر ہے موت ہے قضا ہے عشق
سچ تو یہ ہے بری بلا ہے عشق

وصل میں احتمال شادی مرگ
چارہ گر درد بے دوا ہے عشق

کس ملاحت سرشت کو چاہا
تلخ کامی پہ با مزا ہے عشق

ہم کو ترجیح تم پہ ہے یعنی
دلربا حسن و جاں ربا ہے عشق

آپ مجھ سے نباہیں گے سچ ہے
باوفا حسن بے وفا ہے عشق

قیس و فرہاد و وامق و مومن
مر گئے سب ہی کیا وبا ہے عشق

## غزل

امتحاں کے لئے جفا کب تک
التفات ستم نما کب تک

مجھ پہ عاشق نہیں ہے کچھ ظالم
صبر آخر کرے وفا کب تک

دیکھئے خاک میں ملاتی ہے
نگہ چشم سرمہ سا کب تک

نہ بلائیں گے وہ نہ آئیں گے — جوشِ لبیک و مرحبا کب تک
ہوش میں آ تو مجھ میں جان نہیں — غفلتِ جرأت آزما کب تک
مر چلے اب تو اُس صنم سے ملیں
مومن اندیشۂ خدا کب تک

## غزل

لگائی آہ نے غیروں کے گھر آگ — ہوئے کیا کیا وہ اِتنی بات پر آگ
وفورِ اشک و طغیانِ فغاں ہے — کدھر جاؤں اِدھر پانی اُدھر آگ
جلایا آتشِ ہجراں نے دل کو — ترے گھر میں لگی اے بے خبر آگ
حصولِ سوزِ دل جز داغ کیا ہو — کہ نخلِ شعلہ لاتا ہے ثمر آگ
پڑھے مومن نے کیا کیا گرم اشعار
بھری تھی دل میں یارب کس قدر آگ

## غزل

سرمہ ہیں اُس چشمِ جادو فن میں ہم — خاک ڈالیں دیدۂ دشمن میں ہم
ناتواں تھے پر نہ چھوڑا مثلِ خار — خود اُلجھ کر رہ گئے دامن میں ہم
دل میں ناصح آئے کیا اپنا خیال — جا سکے کب یار کے مسکن میں ہم
جوشِ وحشت نے اُٹھایا لاش کو — اپنے پاؤں سے گئے مدفن میں ہم

توڑتا مومن نہ پیمانِ الست
ہیں مسلم عاشقی کے فن میں ہم

## غزل

اب گریہ میں ڈوب جائیں گے ہم
یوں آتشِ دل بجھائیں گے ہم
خنجر تو نہ توڑ سخت جانی
پھر کس کو گلے لگائیں گے ہم
دم دیتے تو ہو یہ سمجھ لو
دشمن کی قسم دلائیں گے ہم
گر ہے دلِ غیر نقش تسخیر
تو تیرے لئے جلائیں گے ہم
برباد نہ جائے گی کدورت
کیا کیا تری خاک اڑائیں گے ہم
بتخانہ جبیں ہو گو ترا گھر
مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم

## غزل

لاش پر آنے کی شہرت شب غم دیتے ہیں
اے پری ہم ملک الموت کو دم دیتے ہیں
کردیا خانۂ اغیار ہوسناک خراب
داد رونے کی مرے دیدۂ نم دیتے ہیں
مدعا یہ ہے کہ غیرت سے میں سم کھا جاؤں
اس لئے غیر کو وہ اپنی قسم دیتے ہیں

اہلِ بازارِ محبت کا بھی کیا سودا ہے
عشرتِ عمرِ ابد قیمتِ غم دیتے ہیں
کعبے کا دھیان نہ ہو حضرتِ مومن کو کہ جان
حسرتوں سے پسِ دیوارِ صنم دیتے ہیں

## غزل

ہے جلوہ ریز نورِ نظر گرد راہ میں
آنکھیں ہیں کس کی فرشِ تری جلوہ گاہ میں
کیا ہم سے غیر نے دی تھی دعائے وصل
ظالم کہاں وگرنہ اثر میری آہ میں
جانے دے کیے چارہ گر شبِ ہجراں میں مت جلا
وہ کیوں شریک ہو مرے حالِ تباہ میں
ہے دوستی تو جانبِ دشمن نہ دیکھنا
جادو بھرا ہوا ہے تمہاری نگاہ میں
مومن کو سچ ہے دولتِ دنیا و دیں نصیب
شب تک رہے میں گزرے ہے دن خانقاہ میں

## غزل

تا نہ پڑے کہیں خلل آپ کے خوابِ ناز میں
ہم نہیں چاہتے کمی اپنی شبِ دراز میں
اور ہی رنگ آج ہے عارضِ گلعذار میں
خونِ دل اپنا کھا مگر گونہ رخِ طراز میں

کیونکہ نہ آدھی رات جاگے وہ جس کا دھیان ہو
آ ہوے نیم خواب ہیں نرگسِ نیم باز ہیں

بن ترے بزم سور میں ہیں یہ قیامتیں کہ ہے
نفخۂ صور کا اثر نغمۂ نے نواز میں

یادِ بتاں میں لاکھ بار فرطِ قلق سے ہم بھی تو
بیٹھے اٹھے ہیں مومن آپ گر رہے شب نماز میں

# غزل

جب درست لائقِ لطف و کرم نہیں
ناصح کی دوستی بھی عداوت سے کم نہیں

منظور ہو تو وصل سے بہتر ستم نہیں
اتنا رہا ہوں دور کہ ہجراں کا غم نہیں

کیا خوش ہوں کوے غیر میں گر نقشِ پا نہ ہو
وہ شوخ جانتا ہوں کہ ثابت قدم نہیں

ناصح کہاں تلک تری باتیں اُٹھا سکوں
سچ ہے کہ مجھ میں طاقتِ جور و ستم نہیں

مومن سوے حرم ہے تگاپوے فکر کیوں
کیا اس زمیں میں قافیہ نبیت الصنم نہیں

## غزل

کون کہتا ہے دمِ عشق عدو بھرتے ہیں
کہ ہوا باندھنے کو آہ کبھو بھرتے ہیں

شمع پر کچھ نہیں موقوف کہ سنا ہے ظالم
پانی آگے ترے اے عربدہ جو بھرتے ہیں

اُس ستمگر سے مگر آنکھ لڑی ہے کہ حباب
شیشے کے سے گھڑے پانی لبِ جو بھرتے ہیں

اشک دیتے ہیں مرے نالۂ موزوں کا صلہ
موتیوں سے دہنِ زخمِ گلو بھرتے ہیں

پی ہے حضرتِ مومن نے جبھی مضمضہ کو
آفتابے کئی ہنگامِ وضو بھرتے ہیں

## غزل

مانے نہ مانے منعِ تپش ہائے دل کروں
میں غیر تو نہیں کہ تماشائے دل کروں

سو طرح کا زیان ہے رہنے میں اُس کے گھر
دشمن بھی مفت لے تو میں سودائے دل کروں

جاں دے دوں ہے اُس آفتِ جاں سے معاملہ
بس کب تک انتظارِ تقاضائے دل کروں

کیونکر پھرے دل اُس سے کہیں قرض و عاریت
ناصح دیا نہ تھا کہ میں دعوائے دل کروں

اُس بت کو ترکِ دیں سے نہیں مومن اعتماد
کیونکر نہ میں شکایتِ اغوائے دل کروں

## غزل

سب جفا جو اُس ستمگر کے سوا کہنے کو ہیں
جن کو جورِ چرخ و مرگ کہتے ہیں سُنا کہنے کو ہیں

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ
کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

دیکھنا کس حال سے کس حال کو پہونچا دیا
بخت تیرے عاشقوں کے نارسا کہنے کو ہیں

ترجمانِ التماسِ شوق ہے تغیّرِ رنگ
جوں زبانِ شمعِ عاشق بے صدا کہنے کو ہیں

ہو گئے نامِ بُتاں سُنتے ہی مومن بے قرار
ہم نہ کہتے تھے کہ حضرت پارسا کہنے کو ہیں

## غزل

ہر دم رہینِ کشمکشِ دستِ یار ہیں
چلون کے بند کس کے گریباں کے تار ہیں

ہاں جو ملیح غیر سمجھ کر مزے اُٹھائے
خورش حرفِ بے نمک سے بھی ہم دلفگار ہیں

شبنم خراب مہر و گستاں سینہ چاک ماہ
لو اور بھی ستم زدۂ روزگار ہیں

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا
تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

مردوں کو تجھ پہ دیتے ہیں ترجیح جو حسود
مومن یہ جان لے کہ سگِ جیفہ خوار ہیں

## غزل

تاثیر صبر میں نہ اثر اضطراب میں | بیچارگی سے جان پڑی کس عذاب میں
چرخ و زمیں میں توبہ کا ملتا نہیں سراغ | ہنگامۂ بہار و ہجوم سحاب میں
فکر مآل سے مے و شاہد رہے عزیز | پیری میں موت یاد تھی پیری شباب میں
اے حشر جلد کر تہ و بالا جہان کو | یوں کچھ نہ ہو امید تو ہے انقلاب میں

مومن یہ عالم اس صنم جاں فزا کا ہے
دل لگ گیا جہان سراسر خراب میں

## غزل

کہتے ہیں تم کو ہوش نہیں اضطراب میں
سارے گلے تمام ہوئے اک جواب میں

ناکامیوں سے کام رہا عمر بھر ہمیں
پیری میں یاس ہے جو ہوس تھی شباب میں

ناصح ہے عیب جوئے و دل آزار اس قدر
گویا ثواب ہے سخن ناصواب میں

دونوں کا ایک حال ہے یہ مدعا ہو کاش
وہ ہی خط اس نے بھیج دیا کیوں جواب میں

پیہم سجود پائے صنم پر دم وداع
مومن خدا کو بھول گئے اضطراب میں

## غزل

سُرمگیں آنکھ سے تم نامہ لگاتے کیوں ہو
خاک میں نام کو دشمن کے ملاتے کیوں ہو

شعلہ ہاے تبِ دل آگ لگاتے کیوں ہو
گر ہو دلسوز مرے مجکو جلاتے کیوں ہو

گرم جولاں مرے مدفن پہ ستم آتے کیوں ہو
اپنے دل سوختہ کی خاک اُٹھاتے کیوں ہو

کون سے سوختہ اختر کا خیال آتا ہے
سُرمہ جب دیتے ہو تم اشک بہاتے کیوں ہو

کھل گیا عشقِ صنم طرزِ سخن سے مومن
اب چھپاتے ہو عبث بات بناتے کیوں ہو

## غزل

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ نئے گلے وہ شکایتیں وہ مزے مزے کی حکایتیں
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی بیٹھے سب میں جو روبرو تو اشارتوں ہی سے گفتگو
وہ بیان شوق کا برملا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
جسے آپ گنتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا
میں وہی ہوں مومنؔ مبتلا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

## غزل

ہم سمجھتے ہیں آزمانے کو — عذر کچھ چاہیے ستانے کو
سنگ در سے ترے نکالی آگ — ہم نے دشمن کا گھر جلانے کو
برق کا آسمان پر ہے دماغ — پھونک کر میرے آشیانے کو
سن کے وصف اس کا مر گیا ہمدم — خوب آیا تھا غم اٹھانے کو

چل کے کعبہ میں سجدہ کر مومنؔ
چھوڑ اس بت کے آستانے کو

## غزل

چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منہ — اے شب ہجر تیرا کالا منہ
شب غم کا بیان کیا کیجے — ہے بڑی بات اور چھوٹا منہ
جب کہا یار سے دکھا صورت — ہنس کے بولا کہ دیکھو اپنا منہ
پھر گئی آنکھ مثل قبلہ نما — جس طرح اس صنم نے پھیرا منہ

سنگ اسود نہیں ہے چشم بتاں
بوسہ مومنؔ طلب کرے کیا منہ

## غزل

اُلٹے وہ شکوے کرتے ہیں اور کس ادا کے ساتھ
بے طاقتی کے طعنے ہیں عذرِ جفا کے ساتھ
بہرِ عیادت آئے وہ لیکن قضا کے ساتھ
دم ہی نکل گیا مرا آوازِ پا کے ساتھ
گلبانگ کس کا مشورۂ قتل ہو گیا
کچھ آج بوئے خون ہے واں کی ہوا کے ساتھ
مانگا کریں گے اب سے دعا ہجرِ یار کی
آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ
اللہ رے گمرہی بت و بتخانہ چھوڑ کر
مومنؔ چلا ہے کعبے کو اک پارسا کے ساتھ

## غزل

میں اگر آپ سے جاؤں تو قرار آجائے
پر یہ ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو یار آجائے
کر ذرا اور بھی اے جوشِ جنوں خوار و ذلیل
مجھ سے ایسا ہو کہ ناصح کو بھی عار آجائے
نام بدبختیِ عشاق خزاں ہے بلبل
تو اگر نکلے چمن سے تو بہار آجائے

ٹھہر جا جوشِ تپش ہے تو تڑپنا لیکن
چارہ سازوں میں ذرا دم دلِ زار آجائے
حسنِ انجام کا مومن مرے بارے ہے خیال
یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جائے

# غزل

ناوک انداز جدھر دیدۂ جاناں ہوں گے
نیم بسمل کئی ہوں گے کئی بیجاں ہوں گے
تابِ نظارہ نہیں آئینہ کیا دیکھنے دوں
اور بن جائیں گے تصویر جو حیراں ہوں گے
تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانا کر لے
ہم تو کل خوابِ عدم میں شبِ ہجراں ہوں گے
ناصحا دل میں تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم
لاکھ ناداں ہوئے کیا تجھ سے بھی ناداں ہوں گے
ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہیں کہ جنھیں چاہ کے ارماں ہوں گے
منتِ حضرتِ عیسیٰ نہ اٹھائیں گے کبھی
زندگی کے لئے شرمندۂ احساں ہوں گے

تیرے دل تفتہ کی تربت پہ عدو جھوٹا ہے
گل نہ ہوں گے شررِ آتشِ سوزاں ہوں گے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی
پھر وہی پاؤں وہی خارِ مغیلاں ہوں گے

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

## غزل

صبر وحشت اثر نہ ہوجائے — کہیں صحرا بھی گھر نہ ہوجائے

دیکھو مت دیکھیو کہ آئینہ — غش تمہیں دیکھ کر نہ ہوجائے

میرے تغییر رنگ کو مت دیکھ — تجھکو اپنی نظر نہ ہوجائے

اے قیامت نہ آئیو جب تک — وہ مری گور پر نہ ہوجائے

اے دل آہستہ آہ تاب شکن — دیکھ ٹکڑے جگر نہ ہوجائے

مومن ایماں قبول دل سے مجھے
وہ بت آزردہ گر نہ ہوجائے

## غزل

اجل سے خوش ہوں کسی طرح ہو وصال تو ہے
نہ آئے نعش پہ وہ پر یہ احتمال تو ہے

جفائے یار کو سونپا معاملہ اپنا
اب آ نگے ہو نہ ہو اُمیدِ انفصال تو ہے
شبِ فراق میں بھی زندگی یہ مرتا ہوں
کہ گو خوشی نہیں ملنے کی پر ملال تو ہے
عبث ترقیٔ فن کی ہوس ہے مومنؔ کو
زیادہ ہوئے گا کیا اس سے بے مثال تو ہے

## غزل

دیتے ہو تسکیں مرے آزار سے
دوستی تم کو نہیں اغیار سے
مجھ سے وہ چھپتے پھریں اس کے سوا
اور حاصل عشق کے اظہار سے
ذکرِ اشکِ غیر میں رنگینیاں
بوئے خوں آئی تری گفتار سے
گر علاجِ وحشتِ دل چارہ گر
لادے اک جنگل مجھے بازار سے
گر دعا کرتا ہوں مومنؔ وصل کی
ہاتھ باندھے ہے وہ بت زنّار سے

## غزل

ہے نگاہِ لطف دشمن پر تو پنہاں جائے ہے
یہ ستم اے بے مروّت کس سے دیکھا جائے ہے
حالِ دل کیونکر کہوں میں کس سے بولا جائے ہے
سر اُٹھے بالیں سے کیا کچھ جی ہی بیٹھا جائے ہے

نہ کہا وصل عدو سچ ہی سہی پھر کیا کروں
ب گلہ کرتا ہوں ہمدم وہ قسم کھا جائے ہے

تاب و طاقت صبر و راحت جان و ایمان عقل و ہوش
ہائے کیا کہئے کہ دل کے ساتھ کیا کیا جائے ہے

میں مل جائے یارب بےکسی کی آبرو
میری نعش کے ہمراہ روتا جائے ہے

دیکھئے انجام کیا ہو مومنِ صورت پرست
شیخ صنعاں کی طرح سوئے کلیسا جائے ہے

## غزل

ج اُس بزم میں طوفان اُٹھا کے اُٹھے
یاں تلک روئے کہ اُن کو بھی رُلا کے اُٹھے

ہ نہ ہو دل میں خیالِ نگہِ خواب آلود
درد کیا اثرِ خفتہ جگا کے اُٹھے

و کہ ہم صفحۂ ہستی پہ تھے اک حرفِ غلط
لیک اُٹھے بھی تو اک نقش بٹھا کے اُٹھے

ف رے گرمیِ محبت کہ ترے سوختہ حال
جس جگہ بیٹھ گئے آگ لگا کے اُٹھے

شعر مومن کے پڑھے بیٹھ کے اُس کے آگے
خوب احوال دلِ زار سُنا کے اُٹھے

## غزل

جہاں سے شکل کو تیری ترس ترس گزرے
جو تجھ پہ بس نہ چلا اپنے جی سے بس گزرے
نہ جاؤں کیونکہ سوئے دامِ آشیاں سے جب
خیال حسرتِ مرغانِ ہم قفس گزرے
وفائے غیرتِ شکرِ جفا نے کام کیا
کہ اب ہوس سے بھی اعدائے بوالہوس گزرے
یہ نیم جان و غمِ ہجر ہے وہی انصاف
جو تیرے دھیان میں اے مرگِ دادرس گزرے
کہاں وہ ربط بُتاں اب کہ اُس کو تو مومن
ہزار سال ہوئے سیکڑوں برس گزرے

## غزل

کہاں تک دم بخود رہیے نہ ہوں کیجے نہ ہاں کیجے
کہاں تک کھائیے غم کب تلک ضبطِ فغاں کیجے

عدو کے وہم سے تکتا ہوں بزم عیش میں ہر سو
نہیں ہے اور کچھ یوں آپ جو چاہے گماں کیجے

رکھے سے ہاتھ سینے پر بھلا کب مانتا دل ہے
نہ جب تک روئیے دو چار آہِ خونچکاں کیجے

کہیں تو کیا کہیں اور بن کہے کیونکر دوا ہووے
بڑی مشکل پڑی کیا چارہ دردِ نہاں کیجے

عذابِ ایزدی جانکاہ ہے مانا بس اب مومن
خدا کے واسطے ذکرِ ستم ہائے بتاں کیجے

## غزل

نہ کٹی ہم سے شب جدائی کی
کتنی ہی طاقت آزمائی کی

دام عاشق ہے دلدہی نہ ستم
دل کو چھینا تو دلربائی کی

گر نہ بگڑو تو کیا بگڑتا ہے
مجھ میں طاقت نہیں لڑائی کی

گھر تو اس ماہ وش کا دور نہ تھا
ایک طالع نے نارسائی کی

مومن آؤ تمھیں بھی دکھلا دوں
سیر بت خانہ میں خدائی کی

## غزل

شب تم جو بزم غیر میں آنکھیں چرا گئے
کھوئے گئے ہم ایسے کہ اغیار پا گئے
پوچھا کسی پہ مرتے ہو اور دم نکل گیا
ہم جان سے عناں بہ عنانِ صدا گئے
اے آب اشک آتش عنصر ہے دیکھنا
جی ہی گیا اگر نفس شعلہ زا گئے
تابندہ و جوان تو تخت رقیب تھے
ہم تیرہ روز کیوں غمِ ہجراں کو بھا گئے
اے مومن آپ کب سے ہوئے بندۂ بتاں
بارے ہمارے دین میں حضرت بھی آ گئے

## غزل

دل میں اس شوخ کے جو راہ نہ کی
ہم نے بھی جان دی پر آہ نہ کی
کون ایسا کہ اس سے پوچھے کیوں
پرسشِ حالِ دادخواہ نہ کی
تاب کم ظرف کو کہاں تم نے
دشمنی کی عدو سے چاہ نہ کی
گریہ و آہ بے اثر دونوں
کس نے کشتی مری تباہ نہ کی

مومن اس ذہن بے خطا پہ حیف
فکر آمرزش گناہ نہ کی

# غزل

بندھا خیال جناں بعد ترک یار مجھے
کیا ہے یاس نے کیا کیا امیدوار مجھے

نہ ہو وہ بات کہ جس سے وفا میں آئے خلل
کہیں نہ کیجیو ناصح سے شرمسار مجھے

بقدر جوش تڑپنے کو کھاوے پس قتل
وہ بے قرار ہوئے آگیا قرار مجھے

امید مرگ سے ہر فتنہ راحت جاں ہے
شب فراق میں گیا بیم روزگار مجھے

رقیب کھائے قسم تو وفا کا آئے یقیں
تو میری جان ہے کیا تیرا اعتبار مجھے

پس شکستن خم زجر محتسب معقول
گناہ گار نے سمجھا گناہ گار مجھے

ثواب ترک صنم سچ سہی ولے مومن
یہ کیا سبب کہ ستاتے ہو بار بار مجھے

# غزل

دعا بلا تھی شبِ غم سکونِ جاں کے لئے
سخن بہانہ ہوا مرگِ ناگہاں کے لئے

خلافِ وعدۂ فردا کی ہم کو تاب کہاں
امید یکشبہ ہے یاسِ جاوداں کے لئے

حجابِ چرخ بلا ہے ہوا کرے بیتاب
فغاں اثر کے لئے اور اثر فغاں کے لئے

ہے اعتماد مرے بختِ خفتہ پر کیا کیا
وگرنہ خواب کہاں چشمِ پاسباں کے لئے

کہاں وہ عیش اسیری کہاں وہ امنِ قفس
ہے بیمِ برقِ بلا روز آشیاں کے لئے

بھلا ہوا کہ وفا آزما ستم سے ہوئے
ہمیں بھی دینی تھی جاں اُس کے امتحاں کے لئے

رواں فزائی سحرِ حلال مومن سے
رہا نہ معجزہ باقی لبِ بتاں کے لئے

# قصیدہ در تعریفِ خداوندِ ذوالفقار

کٹتی ہے میری تیغِ زباں سے زبانِ تیغ
کیونکر سخن فروش ہوں سوداگرانِ تیغ

میرے نفس کی دیکھ کے معجز نمائیاں
کیا دور ہے کہ دم نہ رہے درمیانِ تیغ

فردوسی ایک خارِ حیشانِ بیان تھا
گلریز میرے دم سے ہوئی داستانِ تیغ

یہ دل خراشیاں مرے اشعارِ شوخ کی
سینے پہ منکروں کے ہیں لاکھوں نشانِ تیغ

خجلت سے آب و تابِ سخن کی ہے آب آب
کیونکر نہ چھپے چھپائے سے شرمِ نہانِ تیغ

ہووے نہ میری حجّتِ قاطع کے سامنے
سرگرمِ لاف و دعوی بُرّشِ زبانِ تیغ

کیا تاب میرے حرف پہ انگشت رکھ سکے
ہر خط پہ نکتہ چیں کو ہے وہم و گمانِ تیغ

گر شوق زخم عشق کی لذّت بیاں کروں
ہرگز ہُما نہ کھائے بجز اُستخوانِ تیغ
پڑھتا ہوں اور مطلعِ رنگیں کہ سُن جسے
سرگرمِ آفریں ہو لبِ خونچکانِ تیغ

## دیگر

نہلا دیا عدو کو لہو میں لبِ سانِ تیغ
میری زباں کے آگے چلے کیا زبانِ تیغ
پھر جوش آگیا دمِ خونابہ ریز کو
پھر تیری زباں پہ ہے قرباں زبانِ تیغ
آتی ہے لب پہ مدحِ خداوندِ ذوالفقار
لے جاؤ منکروں کے لئے ارمغانِ تیغ
شیرِ خدا علی کہ شجاعت سے جس کی ہے
سرِ پنجۂ اسد پہ زخمِ زنِ بنانِ تیغ
غالب کہ سر چڑھائے سے اسکے ہے فرضِ عین
تعظیمِ تیغ و مکرمتِ تیغ و شانِ تیغ
کیا دور اُس کے دستِ کرم کے اثر سے گر
یاقوت ریز ہو مژۂ خوں فشانِ تیغ

اے ابرِ تندبارِ ظفر خرمنِ عدو
ہے محوِ گرم پائیِ برقِ تپانِ تیغ

جوہر ترے مخالفِ مجروح میں نہیں
کوئی مگر یہی کہ وہ ہے قدردانِ تیغ

آبِ حیات چارہ کرے یا دمِ مسیح
ممکن نہیں جئیں ترے خوں کردگانِ تیغ

کیا سرکشی کی تاب کسی سخت کوش کو
جھکتا ہے تیرے آگے سرِ قہرمانِ تیغ

جراح کیا کہے ترے زخمی کا ماجرا
سوزن کی بھی زبان ہوئی ترجمانِ تیغ

یہ کہکشاں نہیں ہے رہا خوف سے جو دھیان
سو پڑگیا ہے دل پہ فلک کے نشانِ تیغ

سیف و قلم ہیں دونوں ستون کاخِ دین کے
حیراں ہوں بابِ علم کہوں یا جہانِ تیغ

غازی بھی تو شہید بھی تو تیرے دم سے ہے
سرگرمِ جلوہ فصلِ بہار و خزانِ تیغ

# قصیدہ در تعریف رسالت مآب

چمن میں نغمۂ بلبل ہے یوں طرب مانوس
کہ جیسے صبح شبِ ہجر نالہا ے خروس

ہے اس طرح فرح انگیز کو کوے قمری
کہ جیسے فوج مظفر میں شور و غلغلِ کوس

نواے طوطیِ شکرفشاں کی لذت سے
سماع و رقص میں اہلِ مذاق جوں طاؤس

غبار صحنِ چمن کیمیاے عیش و نشاط
بہار لالہ و گل سیمیاے عرض شموس

صفا سے وہ در و دیوار باغ کا عالم
کہ آشیانہ میں دشوار طائروں کو جلوس

نہ ہے فریب صفا خاک بیز ہے گلچیں
پڑے جو وسعت گلزار میں گلوں کے عکوس

ہجوم سبزہ نے کی لبسکہ رنگ آمیزی
زمیں پہ چادرِ مہتاب بن گئی ہے سندوس

پڑھے ہے مرغِ گلستاں وہ مطلعِ رنگیں
کہ سُن کے بس جیسے رہ جاے سُن ہی بلبل طوس

# مطلع ثانی

زبان لال کہاں اور مدیح تاجِ خروس
گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسیر کاؤس

شگفتہ تر ہے چمن روضہ ہائے جنت سے
ہنسی کی جا نہیں گر صومعہ نشیں ہے عبوس

خلل پذیر رطوبت ہوا دماغ بہار
عجب کہ سبزۂ خوابیدہ کو نہ ہو کابوس

ہے دشتِ بزم طرب کثرتِ نتائج سے
نہ کیوں ہو شکل حماری کو نازِ شکل عروس

ہوا ہے سیرِ چمن زار کی وہ مستی ہے
کہ خلق کو ہوئی مشکل حفاظتِ ناموس

عجب نہیں مئے گلرنگ کی ہوس سے اگر
خود آکے شیشۂ خالی میں ہو پری محبوس

مزاجِ دہر میں یہ اعتدال آیا ہے
کہ حسِ نبات کو دیکھو وہ صالح الکیموس

رطوبت ایسی نظر آئی داغ لالہ میں
کہ چاک چاک حسد سے ہوا دلِ اقیوس

بعید کچھ نہیں شادابی میں سے اگر



بعید کچھ نہیں شادابیِ زمیں سے اگر
زیادہ تر کرے سیلابِ خونِ گل خاموس

ہوا سے بسکہ گلِ شمع بھی ہے عطر آگیں
عدیل طبلۂ عطار بن گئی فانوس

فسونگری دمِ مشاطۂ نسیم کی دیکھ
کہ مشک نافہ ہوئی غنچہ ہا سے زلفِ عروس

صدا نکلتی ہے مل کر ہوا سے کیا ہو فرق
کہ بانگِ خندۂ گل ہے کہ نالۂ ناقوس

غریق آبِ خجالت ہوا کے فیض سے ہوں
کہ گل ہوا ہے مرا غنچۂ دل مایوس

ہوا ہے کونسی ایسی مگر مدینے کی
دمِ مسیح کو ہے جس کی حسرت پابوس

شرف مدینے کو جس سے ہے ہو نہ ہو وہ ہو
جسے بتاتے ہیں محبوب حضرت قدوس

وہ کون احمد مرسل شفیع ہر دوسرا
جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس

جہاں مطلع شہنشاہِ آفتاب نشاں
فلک سریر و قمر طلعت و ملک ناموس

# قصیدہ

چاہتا خلق کو صہبا و صنم سے محروم
ایسی نیت پہ بہشت آپ کو واعظ معلوم

محتسب نے خمِ مے چھین لیا یا قسمت
ایسے کم بخت کے ہاتھ آئے ہمارا مقسوم

ہائے لینے نہ دیا نام عدو کو غیرت نے
ورنہ کیا کیا مرے ویرانے میں تھی کثرتِ بوم

کہیں ایسا نہ ہو وہ غیرتِ حور آجائے
ہے بہت میرے جنازے پہ فرشتوں کا ہجوم

مصرعِ زلف کبھی ہاتھ نہ آیا اپنے
نہ ہوا پر نہ ہوا حالِ پریشاں منظوم

جوششِ وحشت ہے یہ ناصح نہ پہنا زنجیر
دیکھ دیوانہ نہ ہو میں نہیں پابند رسوم

چاہیے صبر مقدر پہ دریغ اے واعظ
تو خدا کا نہیں جیسا ہوں میں دل کا محکوم

تیری رفتار قیامت مری زاری طوفاں
حسن وہ عشق یہ کیونکر نہ پڑے خلق میں دھوم

یاں کی لاکھوں خلشیں واں کی ہزار دل

ایک جاں اُس پہ یہ ہنگامۂ آلام و غموم

محتسب آپ کے آنے سے ہوا دیر خراب

قصد کعبے کا نہ کیجے گا بایں یُمنِ قدوم

جب مٹایا مجھے اُس نے وہی اُلفت وہی چال

یہ غلط ہے کہ اعادہ نہیں بہرِ معدوم

سببِ شادیِ دشمن تو بتا دو پہلے

پوچھتا پھر یہ تجاہل سے کہ کیوں ہے مغموم

سبزہ رنگی نے تری قتل کیا ہے ظالم

یاد آتا ہے مجھے حالِ امامِ مسموم

افضل النّاس حسن ابن علیؑ سبطِ نبیؐ

سیّد و سرور و مولا و مطاع و مخدوم

ابرِ بارندۂ دانش گہرِ فیضِ کمال

قلزمِ حُسنِ عمل، منبعِ دریائے علوم

شبہہ کیا عصمتِ لختِ جگرِ احمدؐ میں

جب مسلّم ہے کہ معصوم ہے جزوِ معصوم

---

نیشنل پریس الہ آباد میں باہتمام رمضان علی شاہ چھپی